ہندوستان کے مختلف صوبوں میں چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں

پروفیسر خلیق احمد نظامی

چشتیہ سلسلہ کے دور ثانی کا مطالعہ کرنے کے لئے ہمیں ہندوستان کے مختلف صوبوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ جب سلطنت دہلی کا مرکزی نظام تباہ ہوا تو بنگال، دکن، مالوہ، جونپور اور گجرات میں خودمختار سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ اسی طرح جب چشتیہ سلسلہ کا مرکزی نظام درہم برہم ہوا تو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں مرکز سے غیر متعلق خانقاہیں قائم ہوئیں۔ اس لامرکزیت سے بعض شدید نقصانات ضرور ہوئے لیکن ایک ایسا زبردست فائدہ بھی ہوا جس نے ان سب نقصانات کی تلافی کردی۔ اور وہ یہ کہ ان علاقوں میں اسلامی تہذیب وتمدن کی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور اس سے قبل جو تمدنی عظمت صرف دہلی کو حاصل تھی وہ اب پنڈوہ، لکھنوتی، دولت آباد، گلبرگہ، برہان پور، زین آباد، مانڈو اور احمد آباد کو بھی حاصل ہوگئی، اور اسلامی ہند کا بہت سا بہترین لٹریچر ان ہی علاقوں میں پیدا ہوا۔

ان آزاد صوبائی حکومتوں کے کارناموں سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ لیکن یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ان حکومتوں کے وجود میں آنے سے قبل چشتیہ سلسلہ کے مشائخ نے ان علاقوں میں ایک زبردست تمدنی انقلاب پیدا کردیا تھا۔ شاید یہ حکومتیں کبھی وجود میں نہ آسکتیں اگر اولیاء کرام ان علاقوں میں بس کر مختلف تمدنی عناصر کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ بنگال گجرات، مالوہ، دکن وغیرہ میں جو آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں ان کے پیچھے ایک مضبوط معاشرہ نظر آتا ہے۔ یہ معاشرہ کس طرح وجود میں آیا؟ اگر تاریخ کے اشاروں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ یہ سماجی نظام مشائخ چشت کی کوششوں کا مرہونِ منت تھا۔ انہوں نے ان علاقوں میں بسنے والے مختلف الخیال اور مختلف المذاہب لوگوں میں اتحادِ عمل اور اتحادِ فکر پیدا کیا۔ اور ان منتشر طبقوں کو ایک ایسے سماجی رنگ میں رنگ دیا جس نے ایک مضبوط معاشرہ کی شکل اختیار کرلی۔

ان بزرگوں کی خانقاہوں میں ہندو اور مسلمان سب ہی جمع ہوتے تھے۔ ان مشائخ نے

اختلافات کے پردوں کو ہٹا کر ان میں ہم دلی اور ہم زبانی پیدا کی۔ اور ایسا خوشگوار سماجی ماحول پیدا کیا کہ ہر صوبے کا یہ سماجی نظام اپنے مضبوط معاشرہ کو ایک مضبوط سیاسی نظام کی شکل میں ظاہر کرسکا۔

بنگال:

بنگال کو مسلمانوں نے فتح تو ۹۸-۱۱۹۷ء میں کرلیا تھا لیکن عرصہ تک اس کی حالت بقول ابن بطوطہ "جہنم پر از نعمت" کی سی رہی۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ وہی بنگال علم وفن کا ایک زبردست مرکز بن گیا۔ اس کے گوشہ گوشہ میں مدرسے اور خانقاہیں قائم ہوگئیں۔ بنگال کا بحری سلسلہ عرب کے سواحل اور عجم کی بندرگاہوں سے متصل ہوگیا اور شیراز تک یہ آواز بلند ہونے لگی۔[۱]

حافظ زشوق مجلس سلطان غیاث الدین
خامش مشو کہ کارتو از نالہ می رود

اس تبدیلی کو سمجھنے کے لئے بنگال کے تمدنی انقلاب پر غور کرنا چاہئے۔

تیرھویں صدی کے آخری یا چودھویں صدی عیسوی کے ابتدائی سال تھے کہ لکھنوتی سے ایک عقیدت مند سراج الدین نامی حضرت محبوب الہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ علم سے تہی دست لیکن یقین کی دولت سے مالا مال۔ عرصہ تک اس طرح شیخ کی خدمت میں رہا کہ جب سال تمام ہوجاتا تو اپنی والدہ سے ملنے کے لئے لکھنوتی کا سفر کرتا۔ پھر واپس آجاتا اور شیخ کی ملازمت کو اپنے لئے سعادت دارین سمجھتا۔ جب حضرت محبوب الہیؒ اپنے مریدین کو خلافت سے سرفراز فرمانے لگے تو لوگوں نے اس کا نام بھی پیش کیا۔ شیخ نے فرمایا: "اس کام میں سب سے پہلا درجہ علم کا ہے۔"[۲] اس شخص کے خلوص لیکن محرومی کو دیکھ کر مولانا فخرالدین زرادیؒ کو رحم آگیا اور انہوں نے چھ مہینے کے اندر اس کو عالم متبحر بنانے کا دعویٰ کیا اور ایسا کردکھایا، تحصیل علم کے بعد جب انہیں شیخ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے "آئینہ ہند" کا خطاب دے کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ صاحب روضۂ اقطاب نے صحیح لکھا ہے:

"الحق کہ وی آئینہ ہند بود کہ تمام	سچ تو یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے لئے
ہند از وی رونق ارشاد او ہدایت	آئینہ کی مانند تھے۔ تمام ہندوستان
بیفزود دو طریق معرفت و ولایت	میں ان سے رشدو ہدایت کی رونق

روئے نمود، اگرچہ جمیع خلفاء سلطان المشائخ صاحب مقامات عالی بودند، اماں ازاں ہا شیخ نصیر الدین محمود کہ چراغ دہلی و شیخ سراج الدین کہ آئینہ ہند است چاشنی دیگر داشتند، و ازیں دو بزرگ بسے مرداں صاحب تکمیل و ارشاد پیدا آمدند'' [۳]

بڑھ گئی اور معرفت وولایت کے طریقوں کا انکشاف ہوا۔ اگر چہ سلطان المشائخ کے سب خلفاء اعلیٰ مقامات کے حامل تھے، لیکن شیخ نصیر الدین محمودؒ جن کو چراغ دہلی کہا جاتا ہے اور شیخ سراج الدین جو آئینہ ہند ہیں ، کچھ اور ہی چاشنی رکھتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے دامن تربیت سے بہت سے صاحب ارشاد پیدا ہوئے۔

شیخ سراج الدین المعروف بہ اخی سراج ، اپنے شیخ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک دہلی ہی میں مقیم رہے ، جب محمد بن تغلق نے مشائخ کو جبراً دیو گیر بھیجنا شروع کیا ،تو وہ اپنے وطن لکھنوتی چلے گئے اور کچھ کتابیں محبوب الٰہیؒ کے کتب خانے سے بجہت مطالعہ وبحث'' [۴] ساتھ لے گئے—— شیخ اخی سراجؒ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے سرزمین بنگال پر چشتیہ سلسلہ کی تنظیم کی، اور یہ چھوٹا سا کتب خانہ بنگال میں چشتیہ سلسلہ کا پہلا کتب خانہ تھا۔

بنگال میں چشتیہ سلسلہ کی نشرواشاعت اور اسلامی تہذیب وتمدن کی ترویج وتبلیغ حضرت اخی سراجؒ اور ان کے مریدین کے ذریعے سے ہوئی۔ میر خورد کا بیان ہے:

''وآں دیار را بجمال ولایت خود بیار است وخلق خدائے را دست بیعت دادن گرفت ، چناں کہ بادشاہان آن ملک داخل مریدان او آمدند.... روضۂ اوقبلۂ ہندوستان است، وخلفائے او تا ایں غایت درآن دیار خلق خدا را دست می دہند'' [۵]

اور اس مقام کو اپنے جمال دلایت سے سجادیا۔ اور خلق خدا ان سے بیعت ہونے لگی۔ یہاں تک کہ اس ملک کے فرمانروا بھی ان کے حلقہ مریدین میں شامل ہوگئے۔ ان کا روضہ قبلۂ ہندوستان ہے۔ اور ان کے خلفاء اب تک اس علاقہ میں خلق خدا کی رہنمائی کرتے ہیں۔

حضرت اخی سراجؒ کے سب سے زیادہ مشہور خلیفہ شیخ علاء الحق والدین بن اسعد بنگالیؒ [۶] تھے۔ وہ ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ۔حضرت اخی سراج کی صحبت سے ایسے متاثر ہوئے

کہ فقر کی زندگی اختیار کرلی اور پنڈوہ میں ایسی عظیم الشان خانقاہ قائم کی کہ دور دور سے لوگ کھینچ کر وہاں جمع ہونے لگے۔ شیخ علاء الحقؒ کے بعد ان کے خلفاء حضرت نور قطب عالمؒ ۷ اور میر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ ۸ نے سلسلہ کو مقبول عام بنانے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ حضرت نور قطب عالمؒ شیخ علاء الحقؒ کے فرزند رشید تھے۔ جس زمانے میں وہ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے، بنگال کی سیاست بڑے نازک دور سے گزر رہی تھی۔ راجہ کنس (جو بھوریہ، ضلع راج شاہی کا جاگیر دار تھا) بنگال کے تخت پر قابض ہوگیا تھا۔ حضرت نور قطب عالمؒ نے براہ راست اور سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی وساطت سے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ سید اشرف جہانگیرؒ کے مجموعہ مکتوبات ۹ میں وہ دلچسپ خطوط خاص طور سے مطالعہ کے قابل ہیں، جن میں اس سیاسی کش مکش کی تفصیل درج ہے۔ ۱۰ سید اشرف جہانگیرؒ نے جو خط حضرت نور قطب عالمؒ کے مکتوب کے جواب میں لکھا تھا، وہ بنگال میں صوفیۂ کرام کے کارناموں پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

ان سیاسی کارناموں سے قطع نظر حضرت نور قطب عالمؒ نے بعض اہم علمی خدمات بھی انجام دی تھیں۔ ان کے مکتوبات کا مجموعہ بڑا اہم ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ان مکتوبات کے متعلق فرماتے ہیں" بغایت شیریں ولطیف بزبان اہل درد ومحبت۔" اگر ان مکتوبات میں سے شیخ نور قطب عالمؒ کے مذہبی فکر کے بنیادی اصول نکال کر ان کا چیتنا ۱۱ روپا، سناتن، جیو گوسوامی ۱۲ کی تعلیمات سے مقابلہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ مشائخ چشت نے بھگتی کی تحریک کو کس درجہ متاثر کیا تھا اور وہ کس حد تک بنگال کی ان اصلاحی تحریکوں کے ذمہ دار تھے۔

حضرت نور قطب عالمؒ کے ایک مشہور مرید اور خلیفہ مولانا حسام الدین مانک پوری ۱۳ تھے۔ شیخ محدث ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"از اعیان مشائخ وقت خود بود، عالم بود بعلم شریعت وطریقت" ۱۴

ان کے ملفوظات رفیق العارفین کے نام سے جمع کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ایک سو بیس خلفاء تھے ۱۵، جن میں (۱) سید حامد شاہ ابن سید راجہ شاہ مانک پوری (۲) سید مسعود ابن سید ظہیر الدین فتح پوری (۳) سید محمد امیر بدہا (۴) مولانا کمال الدین عزاللہ (۵) مولانا شہر اللہ ابو القاسم ملتانی (۶) شیخ نصیر الدین ملتانی ابن شہر اللہ، (۷) مولانا فرید الدین سالار عراقی (۸) شیخ احمد قنوجی (۹) معین الاسلام اودہی (۱۰) مولانا منہاج الدین بہاری (۱۱) مولانا جمال الدین

حسن (۱۲) شیخ ضیاء الدین یوسف داؤد کروی (۱۳) مولانا سوند ہو کروی (۱۴) مولانا محمد علاء الدین کروی (۱۵) شیخ شہاب مانک پوری المعروف بہ ارزانی شاہ، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت نور قطب عالمؒ کی کوششوں سے چشتیہ سلسلہ کی خانقاہیں بنگال، بہار، جونپور وغیرہ میں قائم ہوگئیں۔

۲۔ دکن:

بہمنی سلطنت جس نے دکن کو سیاسی، تمدنی اور سماجی ترقی کی راہیں دکھائی تھیں۔ ۱۳۴۷ء میں علاء الدین بہمن شاہ کی کوششوں سے وجود میں آئی تھی۔ اس کی بنیاد پڑنے سے تقریباً بیس سال قبل سلطان محمد بن تغلق نے دہلی کے علماء ومشائخ کو جبراً ان علاقوں میں تبلیغ واشاعت کے لئے بھیج دیا تھا۔ ان مشائخ میں کثیر تعداد چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کی تھی۔ ان بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ علاقہ جہاں کبھی سلطنت دہلی کا کامیاب تسلط نہ ہوسکا تھا، ایک ایسی سلطنت کا گہوارہ بن گیا، جس نے جنوبی ہندوستان میں عرصہ تک اسلامی علوم وفنون کی شمع روشن رکھی۔

کہاجاتا ہے کہ علاء الدین حسن بہمنی، صاحب اقتدار ہونے سے قبل ایک دن حضرت محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے محمد بن تغلق جو ان دنوں شہزادہ تھا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر واپس ہوا تھا۔ علاء الدین حسن ابھی دروازے ہی پر تھا کہ شیخ نے ایک ملازم کو اسے اندر لانے کے لئے بھیجا اور فرمایا:

''سلطانی رفت وسلطانی آمد''

پھر علاء الدین پر خاص التفات وکرم فرمایا اور ایک روٹی جو اپنے افطار کے لئے رکھی تھی، انگلی پر رکھ کر اس کو اس بشارت کے ساتھ دی:

''ایں چتر شاہی ست کہ پس از مدتے دراز ومحنت دروکن روزے نصیب تو خواہد شد'' ۱۶

مورخوں کا بیان ہے کہ جب علاء الدین حسن بہمنی تخت پر بیٹھا تو سب سے پہلا حکم اس نے یہ دیا کہ پانچ من سونا اور دس من چاندی شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی روح کو ایصال ثواب کے طور پر شیخ برہان الدین غریبؒ کے ذریعے فقراء ومساکین میں تقسیم کرادی جائے۔ ۱۷ اس طرح گویا بہمنی سلطنت خود مشائخ چشت کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔

پہلے چشتی بزرگ جنھوں نے سرزمین دکن پر قدم رکھا شیخ برہان الدین غریبؒ تھے ۱۸؎

حضرت محبوب الٰہیؒ کے وصال کے بعد وہ دیوگیر چلے گئے اور وہاں ارشاد وتلقین کا کام شروع کردیا۔ دکن میں آپ کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہنے لگا۔ ان کی صحبت میں بڑی کشش اور الفاظ میں بڑی تاثیر تھی۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے:

''ہر کہ یک ساعت بخدمت بزرگ بودے از ذوق کلام عشق آمیز اووصفائی محاورہٴ دلفریب اوعاشق جمال گشتے ، وبندگان خدای را در اعتقاد ومحبت پیر راہ نمونے بہتر از وکسے نبود۔'' ۱۹؎

شیخ برہان الدین غریب کے ملفوظات حماد بن عماد کاشانی نے احسن الاقوال ۲۰؎ کے نام سے جمع کئے ہیں، جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کی اصلاح وتربیت پر خاص توجہ فرمایا کرتے تھے۔

شیخ برہان الدین غریبؒ کے ایک مشہور خلیفہ شیخ زین الدینؒ تھے۔ علاء الدین حسین شاہ نے ان کے دست حق پر بیعت کرلی تھی۔ عصامی نے لکھا ہے :

از ان خرقہ دارد نصیبے تمام شہِ شیر دل خسرو نیک نام

شیخ زین الدینؒ کے ذریعے چشتیہ سلسلہ کی کافی اشاعت ہوئی۔ اسی زمانے میں چشتیہ سلسلہ کے ایک اور بزرگ حضرت سید محمد گیسو درازؒ دکن پہنچے ۲۱؎۔ سلطان فیروز شاہ بہمنی نے علماء و مشائخ اور لشکر شاہی کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔ ۲۲؎ حضرت گیسودرازؒ نے گلبرگہ میں چشتیہ سلسلہ کی ایک عظیم الشان خانقاہ قائم کی ۔ شیخ محدث لکھتے ہیں:

''بعد از رحلت شیخ بدیار دکن رفت وقبولی عظیم یافت ، اہل ایں دیار ہمہ منقاد ومطیع اوگشتند۔'' ۲۳؎

ان کے خلفاء کی تعداد بہت کثیر تھی جن میں شاہ ید اللہؒ شیخ علاء الدین گوالیاریؒ ،شیخ ابوالفتح قریشیؒ، سید صدرالدین اودہیؒ ،شیخ فخرالدین بغدادیؒ ۔ شیخ محمد اکبر حسینیؒ، سید یوسف حسینیؒ ، شیخ زادہ شہاب الدینؒ ، قاضی محمد سلیمانؒ وغیرہم خاص طور سے مشہور ہیں۔ ان خلفاء نے سلسلہ کی اشاعت میں بڑی سرگرمی سے کام کیا۔ خود حضرت گیسودرازؒ نے اپنی تصانیف ۲۴؎ کے ذریعے تصوف کے خیالات کو عوام وخواص تک پہنچایا۔ دکن میں چشتیہ سلسلہ کی نشرواشاعت کا کام شیخ برہان الدین غریبؒ اور حضرت سید محمد گیسودرازؒ اور ان کے خلفاء نے انجام دیا۔ ان کی خانقاہیں جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی اصلاح وتربیت کا مرکز تھیں۔ اور شاہ وگدا سب وہاں جمع ہوتے تھے۔

۳۔ گجرات:

سرزمین گجرات سے چشتیہ سلسلہ کے مرکزی نظام کا تعلق حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے زمانے میں قائم ہوا۔ قطب صاحبؒ کے دو مرید شیخ محمودؒ اور شیخ حامد الدین احمدؒ، نہروالہ کے باشندے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے تفصیلی حالات تذکروں میں نہیں ملتے۔ گلزار ابرار میں صرف چند سطریں ان کے متعلق لکھی گئی ہیں۔۲۵

گجرات میں چشتیہ سلسلہ کو پوری طرح روشناس کرنے کا کام حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مندرجہ ذیل خلفاء نے انجام دیا:

۱۔ شیخ سید حسینؒ، ۲۔ شیخ حسام الدین ملتانیؒ، ۳۔ شاہ بارک اللہؒ۔

شیخ سید حسینؒ صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے۔ ہدایہ پر حاشیہ لکھا تھا ۲۶ ایک روحانی اشارہ پر حضرت محبوب الٰہی سے بیعت ہوگئے۔ شیخ نے خرقۂ خلافت عطا فرما کر گجراتیوں کی ہدایت کے لئے روانہ فرمادیا۔ نہروالہ میں ایک تالاب کے کنارے ان کا مزار ہے۔ ۲۷ شیخ حسام الدین ملتانی کو پیر نے دہلی سپرد کیا تھا۔ محمد بن تغلق کے عہد میں وہ مجبوراً نہروالہ چلے گئے، وہیں ان کا مزار ہے ۲۸ شاہ بارک اللہ کے متعلق مراۃ احمدی میں لکھا ہے:

مرید وخلیفہ حضرت سلطان المشائخ سلطان الاولیاء اند، مقبرہ ایشاں بیرون دروازۂ بدر نزدیک بارہ حاجی پور واقعست ۳۰

گجرات میں چشتیہ سلسلہ کی باقاعدہ تنظیم اور نشرواشاعت کا کام علامہ کمال الدینؒ شیخ یعقوبؒ، شیخ کبیرالدین ناگوریؒ اور سید کمال الدین قزوینیؒ نے انجام دیا۔

علامہ کمال الدینؒ (المتوفی ۷۵۶ھ) حضرت چراغ دہلیؒ کے خلیفہ اور بھانجے تھے۔ علم وفضل میں ممتاز تھے۔ شجرۃ الانوار میں لکھا ہے۔

"تاابتدائے جوانی از فنون علمی بہرہ یاب گشتہ وعلم را مرور ایام تمام وکمال ساختہ، ہیچ علمے از وباقی نمانده بود که درو کمالے بہم نرسانیده، و در علم تفسیر وفقہ وحدیث خطے وافر داشت۔ درمیان علماء مفسران وفقہاء ومحدثان وغیرہ کہ درآن زمان علم علمی افراشتہ بودند، بعلامہ شہرت یافتہ۔" ۳۱

ان کی اولاد میں برابر ایسے بزرگ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے چشتیہ سلسلہ کو گجرات میں

قائم رکھا۔ علامہ کمال الدین کے بعد ان کے فرزند ارجمند شیخ سراج الدین سجادہ مشیخت پر بیٹھے۔ انہوں نے مولانا احمد تھانسیریؒ مولانا عالم پانی پتیؒ اور مولانا عالم سنگریزہؒ سے علوم ظاہری حاصل کئے تھے۔۳۱ فیروز شاہ بہمنیؒ نے انہیں دکن بلایا تو انکار کردیا اور فرمایا ''حق تعالیٰ مرا در گجرات ہر چہ ضرورت است عطامی فرماید'' ۳۲

۸۱۷ھ، ۱۴۱۴ء میں وصال ہوا۔ ایک شاگرد، مولانا ہمزہ گوریؒ نے مرثیہ لکھا:

امروز رفت علم ازین شہر چون عیان
امروز نیست آنکہ کند بزددی بیاں
مفتاح وہم مطالع وتوضیح وہم بدیع
آن کیست کو بگوید دردرس می توان

شیخ سراج الدینؒ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ علم الحقؒ سجادہ نشین ہوئے۔ شجرۃ الانوار کے مصنف نے ان کی ایک کرامت کا ذکر اس طرح کیا ہے:

''حضرت شیخ راکرامتے بود ہر کہ از کافراں وفاسقاں ومنکراں یک باردرصحبت اونشستے واز وکلام شنیدے وباہم کلام گشتے از افعال مذموم خود متنبہ گشتہ وتوبہ نمودہ مرید او شدہ۔'' ۳۳

حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑی کوئی کرامت ہی نہیں کہ ایک مرتبہ جو ہم کلام ہوجائے وہ اتنا بدل جائے کہ اس میں جرأت گناہ ہی نہ رہے۔

شیخ علم الحقؒ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ محمود المعروف بہ شیخ راجن سجادہ پر بیٹھے۔ پھر علی الترتیب شیخ جمال الدین جمنؒ شیخ حسن محمدؒ اور حضرت یحییٰ مدنیؒ سجادہ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ چشتیہ نظامیہ سلسلہ کی سب سے زیادہ اہم اور مرکزی کڑی وہی ہے جو حضرت کمال الدین علامہؒ کے ذریعے شیخ یحییٰ مدنی تک پہنچتی ہے۔ حضرت یحییٰ مدنیؒ کے خلیفہ شاہ کلیم اللہؒ کے گجرات سے سلسلہ کا پودا لے جا کر دہلی میں نصب کیا اور اپنی مسلسل جدوجہد سے اسے ایسا پروان چڑھایا کہ پھر ایک بار دور اول کی رونق آنکھوں کے سامنے آگئی۔

شیخ یعقوبؒ ۳۴ (المتوفی ۹۸۷ھ) مولانا خواجگیؒ ۳۵ کے فرزند رشید اور شیخ زین الدین دولت آبادیؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف پر بڑا عبور تھا فصوص الحکم کا درس بڑی کیفیت کے ساتھ دیتے تھے۔ انتقال بھی درس ہی کی حالت میں ہوا۔ آپ کی خانقاہ

نہر والہ میں رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھی۔

شیخ کبیر الدین ناگوریؒ ۳۶؎ (المتوفی ۸۵۸ھ، ۱۴۵۴ء) شیخ حمید الدین صوفی سوالیؒ کے پوتے تھے ۔ ناگور کے حالات ناساعد پائے تو احمد آباد آکر اقامت گزین ہوگئے۔ ۳۷؎ ان کے ذریعہ سلسلہ کی تعلیم عوام وخواص تک پہنچی ۔علم وفضل کی وجہ سے بھی مشہور تھے۔ آپ نے مصباح النحو کی شرح لکھی تھی۔

سید کمال الدین قزوینیؒ (المتوفی ۸۸۱ء، ۱۴۷۶ء) حضرت گیسودرازؒ کے سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ بہروچ میں خانقاہ تھی۔ جہاں ہزاروں گمراہانِ بادیۂ ضلالت روشنی حاصل کرتے تھے۔

ان بزرگوں کے علاوہ جو چشتیہ سلسلہ کی اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ذریعے ہندوستان پہنچی تھی ۔ گجرات میں ایک بزرگ ایسے بھی تھے جنہوں نے براہ راست مشائخ چشت سے خلافت حاصل کی تھی۔ شیخ رکن الدین مودو بابا فریدؒ کی اولاد میں تھے۔ ۳۸؎ چشتیہ سلسلہ میں شیخ محمد زاہدؒ ۳۹؎ سے بیعت تھے۔ تجرید وتفرید میں لاثانی تھے۔ ان کے ایک عزیز مرید اور خلیفہ شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہؒ تھے۔ جن کا حال شیخ محدثؒ نے اخبار الاخیار، محمد غوثی نے گلزار ابرار اور مرزا محمد حسن نے خاتمہ مراۃ احمدی میں لکھا ہے۔ ان کے فرزند شیخ رحمت اللہؒ سے سلطان محمود بیگڑہ بیعت تھا۔

ان بزرگوں نے گجرات میں چشتیہ سلسلہ کو اس قدر شہرت بخشی کہ عارف وعامی سب ہی اس سے وابستہ ہوگئے ۔ شیخ علی متقیؒ ۴۰؎ جن کے علم وفضل کا سکہ عرب وعجم میں ہر جگہ تسلیم کیا گیا تھا، چشتیہ سلسلہ ہی سے تعلق رکھتے تھے ۔ چشتیہ سلسلہ کا مرکزی نظام تباہ ہوجانے کے بعد صوبوں میں جو خانقاہیں قائم ہوئیں ان مین گجرات کی خانقاہوں کو ایک امتیازی شان حاصل ہے وہاں کے خانقاہی نظام میں مرکز کی کچھ خوبیاں باقی رہیں اور غالباً یہ ہی وجہ تھی کہ شاہان مغلیہ کے آخری دور میں دہلی کے ایک نوعمر عالم اور درویش نے وہاں جاکر سلسلہ کی روایات کو اخذ کیا اور پھر دہلی میں آکر رواج دیا۔

۴۔ مالوہ:

مالوہ اور اس کے نواح میں چشتیہ سلسلہ کی اشاعت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مندرجہ ذیل خلفاء کے ذریعے ہوئی:

ا۔ شیخ وجیہہ الدین یوسفؒ، ۲۔شیخ کمال الدینؒ، ۳۔مولانا مغیث الدینؒ۔

شیخ وجیہہ الدین یوسف ؒ ، حضرت محبوب الٰہیؒ کے نہایت ہی مقرب اور مقبول خلفاء میں تھے۔ شیخ نے ایک بار ان کے متعلق فرمایا تھا:

''در روش درویشی کسے ہمتائے مولانا یوسف نباشد، دریں راہ چوں سالکان ثابت قدم می رود'' ۴۱

درویشی کی روش میں کوئی مولانا یوسف کی نظیر نہیں ہے۔ وہ اس میں سالکان ثابت قدم کی طرح چلتے ہیں۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ عہد علائی میں ایک شخص چندیری کی فتح کے لئے سلطان کی طرف سے متعین کیا گیا۔ وہ حضرت محبوب الٰہی کا معتقد تھا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

'' مرا بادشاہ برائے مقامے قلب نامزد کردہ است اگر یارے از حضرت سلطان المشائخ نیز بر ما نامزد شود۔ پناہ او برویم و امید فتح آں مقام واثق باشد۔'' ۴۲

حضرت محبوب الٰہیؒ نے شیخ وجیہ الدینؒ کو چندیری روانہ کردیا۔ انہوں نے وہاں سلسلہ کی ایک بڑی خانقاہ قائم کی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کا یہ قاعدہ تھا کہ چندیری کا کوئی شخص بیعت کے لئے آتا تو شیخ وجیہ الدینؒ کے پاس بھیج دیتے اور فرماتے'' ہم چنین تصور کنید گوئے بریں فقیر پیوستید۔'' ۴۳

شیخ کمال الدینؒ ۴۴، شیخ نصر الدین بابا فریدؒ کے پوتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوگئے تھے۔ شیخ نے انہیں ایک چنبیلی کا پھول دیا اور کہا تم مالوہ میں جا کر رہو، پیر کے فرمان کے بموجب انہوں نے مالوہ کا رخ کیا اور وہاں ارشاد وتلقین میں مصروف ہوگئے۔ سلاطین مالوہ کو ان کے سلسلہ کے لوگوں سے بڑی عقیدت تھی۔ سلطان محمود خلجی (م ۱۵۳۰ء نے شیخ کی قبر پر گنبد اور متعلقین سلسلہ کیلئے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔

مولانا مغیث الدینؒ ۷۲۰ھ، ۱۳۲۰ء میں پیرو مرشد کی اجازت سے مالوہ آئے اور اجین میں دریا کے کنارے اقامت اختیار کرلی۔ وصال کے بعد وہیں مزار بنادیا گیا۔

ان تین بزرگوں نے چودھویں صدی عیسوی میں چشتیہ سلسلہ کو مالوہ میں روشناس کرایا۔ بعد کو چشتیہ سلسلہ کے کچھ اور بزرگ مثلاً قاضی اسحٰقؒ ۴۵ جو جید عالم تھے اور سلطان علاء الدین محمود (م ۱۴۷۵ء) کے پیر تھے وہاں جا کر تبلیغ واشاعت کے کام میں مصروف ہوگئے۔

حوالے:

ا۔تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، ریاض السلاطین ، غلام حسین سلیم ، ۱۸۹۸ء

۲۔سیر الاولیاء، ص ۲۲۸

۳۔روضۃ اقطاب،ص ۴۹۔ ۴۸ (مطبع محبّ ہند، دہلی)

۴۔سیر الاولیاء، ص ۲۸۹

۵۔سیر الاولیاء،ص۹۰۔۲۸۹

۶۔ان کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار، ص ۱۴۱ ، ۱۴۰-گلزار ابرار، ص ۱۰۴،معارج الولایت (قلمی نسخہ) - مراۃ الاسرار (قلمی) ،روضۂ اقطاب، ص ۴۸

۷۔تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہواخبار الاخیار، ص ۱۶۱۔ ۱۶۳،گلزار ابرار، ص ۱۰۵۔ ۱۰۴، مراۃ الاسرار قلمی، روضۂ اقطاب ،ص ۴۸

۸۔تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو:

اخبار الاخیار، ص ۱۶۳۔۱۶۱،گلزار ابرار، ص ۱۴۶۔۱۴۵، مراۃ الاسرار (قلمی) نیز لطائف اشرفی مرتبہ مولانا نظام الدین یمنی المعروف بہ نظام حاجی غریب الیمنی ، (نصرت المطابع، دہلی، ۱۲۹۵ھ)

۹۔مکتوبات سید اشرف جہانگیر کا ایک مکمل اور صاف نسخہ ،سبحان اللہ اورنٹیل لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے۔ (فہرست صفحہ ۱۷/۱۹/۱/۱۷/۲۹۷) اس کا سن کتابت ۱۲۳۳ء ہے۔

۱۰۔مکتوب ۴۶ (ص، ۹۸۔۱۹۷(قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی لائبریری)

۱۱۔چیتنا (پیدائش ۱۴۸۵ء) نے ذات پات کی مخالفت کی اور اخوت انسانی کا درس دیا۔تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

I.N.Sarkar: Ehaitanya's Life and Teachings (Calcutta,1912)

I.J.Sarkar:Ehaitanya's Pilgrimages and Teachihgs (Calcutta)

۱۲۔روپا، سناتن اور جیوا گوسوامی ، چیتنا سے متاثر تھے اور انہوں نے اس تحریک کو جاری رکھا، اور بنگال میں اپنے خیالات کی ترویج کی۔

۱۳۔ان کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ۔ص ۱۷۳۔ ۱۷۱،گلزار ابرار ،ص ۱۰۷۔ ۱۰۶ ،مراۃ الاسرار (قلمی) ، روضۂ اقطاب ،ص ۴۸۔۴۷

۱۴۔اخبار الاخیار،ص ۱۷

۱۵۔گلزار ابرار،ص ۱۰۶

۱۶۔تاریخ فرشتہ جلد دوم،ص دو (نول کشور) دکن کی تاریخ کے لئے فرشتہ سے زیادہ مستند کوئی مورخ نہیں ہے۔ خانی خاں نے لکھا ہے:'اکثر درذکر سلاطین دکن کلام او (نظام الدین صاحب طبقات اکبری)محل اعتماد را نشاید سوائے قول محمد قاسم فرشتہ ہیچ مورخ بذکر سلاطین دکن نپرداختہ کہ درصحت اعتبار داشتہ باشد'' منتخب اللباب۔ص ۱، ۲۳۷

۱۷۔فرشتہ، ج ۲،ص ۲۷۷

۱۸۔تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو سیر الاولیاء، مراۃ الاسرار (قلمی نسخہ)، معارج الولایت (قلمی) اور اخبار الاخیار

۱۹۔سیر الاولیاء،ص ۲۷۹

۲۰۔احسن الاقوال ۲۹ اقوال پر مشتمل ہے۔اس میں مختلف عنوانات کے ماتحت شیخ کے ملفوظات کو جمع کیا گیا ہے۔مثلاً آداب مجلس، آداب مرید بخدمت پیر، حسن معاملہ، مذمت طبع وغیر مولانا حماد کے دور بھائیوں نے شیخ کے ملفوظات نفائس الانفاس، شمائل الانقیاد دلائل اتقیاد غرائب الکرامات، بقیہ الغرائب ترتیب دئے تھے جو ان کی تعلیم اور خانقاہی نظام کے سمجھنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

۲۱۔سید محمد گیسودرازؒ کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۳۴۔ ۱۲۹، گلزار ابرار، ص ۱۳۹، سیر محمدی مصنفہ مولانا شاہ محمد علی مرید حضرت سید محمد گیسودراز (مطبوعہ یونانی دواخانہ پریس الہ آباد)

۲۲۔برہان المآثر مولفہ سید علی طباطبائی (مطبوعہ حیدر آباد) ص ۴۴، ۴۳۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ (جلد دوم)

۲۳۔اخبار الاخیار ص ۱۳۰

۲۴۔سید محمد گیسودرازؒ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔تصوف کی اعلیٰ کتابوں مثلاً عوارف المعارف، رسالہ قشیریہ، تمہیدات عین القضاۃ، قوت القلوب پر حاشیے لکھے تھے اور بعض کو فارسی زبان میں منتقل کیا تھا۔ قرآن پاک کی تفسیر صوفیانہ رنگ میں لکھی تھی۔ مشارق الانوار کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور اس کی شرح لکھی تھی۔ کچھ کتابیں (شرح آداب المریدین، اسماء الاسرار وغیرہ) حیدر آباد سے شائع بھی ہوگئی ہیں۔بعض کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان ہی کی تصنیف ہیں یا غلط طور پر منسوب

کردی گئی ہیں۔

۲۵۔گلزار ابرار (اردو ترجمہ)،ص ۴۴۔۴۳

۲۶۔ایضاً، ص ۱۱۷

۲۷۔ایضاً،ص ۱۱۶

۲۸۔سیر الاولیاء، ص ۲۶۲

۲۹۔خاتمہ مراۃ احمدی مصنفہ مرزا محمد حسن (کلکتہ ۱۹۳۰ء) ص ۳۷

۳۱۔شجرۃ الانوار (قلمی)۔حالات کے لئے ملاحظہ ہو حدائق الحنفیہ،ص ۲۸۸

۳۲۔تکملہ سیر الاولیاء،ص ۲۶

۳۳۔ایضاً،ص ۲۶

۳۴۔شجرۃ الانوار (قلمی)

۳۵۔گلزار ابرارص ۱۲۲۔۱۲۱

۳۶۔مولانا خواجگیؒ چراغ دہلیؒ کے خلیفہ اور اپنے عہد کے مشہور فاضل تھے۔حالات کیلئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیارص ۱۴۲۔۱۴۱،گلزار ابرار،ص ۲۶۰۔۲۵۹، ماآثر الکرام ص ۱۸۶۔۱۸۵

۳۷۔اخبار الاخیا،ص ۱۷۷

۳۸۔''بجہت تفرقہ کہ در ناگور از دست کفار آں دیار واقع شدہ بود بجانب گجرات رفتہ'' اخبار الاخیار ص ۱۷۷

۳۹۔رکن الدین بن علم الدین علاء الدین بن بدر الدین سلیمان بن فرید الدین مسعود گنج شکر۔گلزار ابرار،ص ۱۳۸۔شیخ محمد زاہد بن شیخ یوسف بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن خواجہ علی بن خواجہ احمد بن خواجہ مودود چشتی۔گلزار ابرار،ص ۱۳۸

۴۰۔حالات کیلئے اخبار الاخیار ص ۲۶۱۔۲۴۹، تذکرہ علمائے ہند ص ، ۱۴۷۔۱۴۶،گلزار ابرار ، ص ۴۰۳، ۴۰۲، مآثر الکرام،ص ۱۹۴۔۱۹۲

۴۱۔سیر الاولیاء ،ص ۲۸۶ ۴۲۔ایضاً،ص ۲۸۷ ۴۳۔ ایضاً،ص ۲۸۷

۴۴۔حالات کیلئے ملاحظہ ہو، سیر الاولیاء ص ۱۹۸۔۱۹۷ گلزار ابرار، ص ۵۸۲۔۵۸۱

۴۵۔گلزار ابرار، ص ۱۱۱- ۴۶۔ایضاً، ص ۱۲۷☆☆